28

جماعت کی ذمہ داریاں

(فرمودہ ۷ اگست ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

مجھے پچھلے دنوں یہ بات معلوم کر کے نہایت ہی افسوس ہوا کہ ہماری جماعت کے سیکرٹری اپنے کام کو اچھی طرح نبھا نہیں رہے اور انہوں نے سستی اختیار کر لی ہے۔ متواتر یہ شکایت میرے کانوں میں پہنچ رہی ہے اور تجربہ اس بات پر شاہد ہو رہا ہے کہ کارکن بھی اور دوسرے لوگ بھی غفلت سے کام لے رہے ہیں۔ بہت سے ہمارے کارکنوں میں سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ شائد ان کے نام کے ساتھ عہدہ کا لگ جانا ہی کام کرنے کی کافی ضمانت ہو گیا ہے اور وہ جماعتیں بھی جو کام میں غافل ہیں شائد اسی کو کافی سمجھتی ہیں کہ ان کے ہاں عہدہ دار مقرر ہو گئے حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ جب تک کام نہ کیا جائے عہدہ دار بھی کوئی عہدہ دار نہیں اور جماعتوں کا ان کے تقرر سے خوش ہو جانا بھی کوئی خوشی نہیں۔ کیونکہ خوشی تو اس صورت میں ہو سکتی ہے۔ جب کچھ کام ہو رہا ہو اور اگر کام کی طرف توجہ نہ کی جائے یا اسے بے دلی سے کیا جاتا ہو تو یہ شرمندگی کا موجب ہوتا ہے۔

کام کو عمدہ طریق پر کرنے کے لئے ہم نے اسے صیغہ جات پر تقسیم کر دیا ہے اور اس کو ایک انتظام کے ماتحت لانے کی کوشش کی ہے۔ اس انتظام کے ماتحت کام ہو بھی رہا ہے۔ اگر یہ انتظام نہ ہوتا جو ہم نے کیا ہے۔ تو پھر یہ امید ہو سکتی ہے کہ کوئی ایسا نظام مرتب کرنے کے بعد یہ کام ہوں مگر ایسا نظام مرتب ہو چکا ہے عہدہ دار مقرر ہو چکے ہیں۔ لیکن کام میں غفلت ہو رہی ہے۔ پس میں اپنی جماعت کے تمام دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بھی جماعت کے کاموں میں دلچسپی لیویں۔ کیونکہ کارکن جماعت ہی سے مقرر ہوتے ہیں۔ اور جماعت ہی نے یہ کام کرنے ہیں اور جب تک جماعت ان کاموں میں دلچسپی نہ لے گی اور کارکن ہوشیاری سے کام نہ کریں گے۔ تو کام نہیں ہو

سکے گا۔

یہاں ملازمت کا سوال نہیں۔ یہاں جماعتی نظام کا سوال ہے اور کام کرنے کا سوال ہے۔ اس لئے عام مجلس میں میں اسے بیان کر سکتا ہوں۔ ممکن ہے کوئی اس سے سمجھ لے کر صرف سیکرٹری ہی مخاطب ہیں۔ اس لئے میں بتا دیتا ہوں کہ یہاں صرف سیکرٹری ہی مخاطب نہیں۔ بلکہ افراد جماعت بھی مخاطب ہیں۔ کیونکہ ایک سیکرٹری ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ ممکن ہے وہ بدل دیا جائے۔ ممکن ہے وہ ناقابل ثابت ہو۔ ممکن ہے کہ وہ خود ہی کام کو چھوڑ جائے ممکن ہے کہ وہ فوت ہو جائے۔ پس بیسیوں ذرائع اور سبب ایسے ہو سکتے ہیں کہ وہ سبکدوش ہو جائے۔ اس لئے صرف سیکرٹریوں کو مخاطب نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلکہ جماعت کے افراد سارے کے سارے ہی مخاطب ہیں۔

خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور خدا نے اس کے کام صرف سیکرٹریوں پر نہیں ڈالے بلکہ جماعت کے تمام لوگوں پر ڈالے ہیں۔ ایک اکیلا سیکرٹری کر ہی کیا سکتا ہے جب تک دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ مددگار نہ ہوں۔ پس یہ ذمہ داری نہ صرف اکیلے سیکرٹری کے سر ہے۔ بلکہ ساروں کے سر ڈالی گئی ہے۔ ایسا ہی کسی خاص شخص کا نام قرآن کریم میں نہیں پکارا گیا کہ اے فلانے تو کام کریا اے سیکرٹریو تم کام کرو۔ بلکہ وہاں تو تمام کے تمام مسلمانوں کو پکارا گیا ہے کہ تم سب یہ کام کرو۔

پس یہ تو ایک تقسیم عمل ہے۔ جو کی گئی ہے اور اس تقسیم عمل کے ذریعے وہ بچ نہیں گئے کہ چلو یہ کام سیکرٹریوں کے سر جا پڑا بلکہ کام بدستور جماعت کے لوگوں کے سر پر ہے۔ لیکن ہاں ایک اختیار ان کو مل گیا ہے کہ وہ کہیں اور لوگ مانیں پس نہ صرف سیکرٹری ہی سلسلہ کے کاموں کے ذمہ دار ہیں۔ بلکہ باقی لوگ بھی ذمہ دار ہیں۔

پھر سلسلہ کے کاموں کے لئے محبت بھی ہونی چاہیے کیونکہ جہاں محبت ہوتی ہے۔ وہاں ذمہ داری نہیں دیکھی جاتی اور ایک شخص یہ کہہ کر کہ میری ذمہ داری یہیں تک تھی سلسلہ کے کاموں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ مدرسے میں داخل کر کے باپ اس ذمہ داری سے علیحدہ نہیں ہو سکتا جو بچے کے متعلق اس کے سر ہے اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ تربیت کے لئے کسی دوسرے کے سپرد کر کے ماں بیٹھ جائے۔ اور سب خیال چھوڑ دے اور کہے کہ اب مجھے اس کی کیا فکر ہے۔ آپ ہی آپ اس کی تربیت ہو جائے گی۔ پس جس طرح وہ اپنے بچے کو دوسرے کے سپرد کر کے اس کی طرف سے بے پرواہ نہیں ہو جاتے بلکہ انہیں خود بھی سب باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح

انہیں سلسلہ کے کاموں کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور سیکرٹریوں کے مقرر ہو جانے کے باوجود اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھنا چاہیے اور ساتھ ہی محبت بھی ہونی چاہیے۔

یہ نظام جماعت کو قام رکھنے اور سلسلے کے کام چلانے کے لئے کیا گیا ہے اور اسی کے ماتحت سیکرٹریوں کو بھی مقرر کیا گیا ہے اور گو کہ اس کے کارکن بظاہر اس کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں مگر اس کام کے چلانے کی نگرانی کرنا پھر بھی ہمارے سپرد ہے۔ دین سے اگر محبت ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک شخص باوجود ایک انتظام قائم ہو جانے کے کس طرح ان کاموں کی ذمہ داری سے بری ہو سکتا ہے۔

اگر کام خراب ہو رہا ہے اور جماعت میں احساس نہیں تو وہ قطعاً خدا کے سامنے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ نے سیکرٹریوں کا انتظام مقرر نہیں کیا بے شک یہ انتظام خدا نے نہیں کیا اور اس کی توفیق کے ماتحت ہم نے کیا لیکن جو کچھ بہتر نظر آیا وہی کیا اور اب بھی اگر اس سے بہتر کوئی اور انتظام نکل آئے تو وہ بھی کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن کوئی ہمیں یہ نہیں بتا سکتا کہ قرآن و حدیث میں انتظام کی ضرورت بیان نہیں۔ یا نظام سلسلہ کو قائم اور سلسلے کے کاموں کو جاری رکھنے کے لئے جو بندوبست کیا گیا ہے۔ اس سے اس کی ذمہ داری ہی ٹل گئی۔ قرآن و حدیث سے تو امارت کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اس میں بھی ہر ایک شخص ذمہ دار ہے۔ نہ کہ صرف وہی جو امارت پر قائم ہے۔ حدیث میں آیا ہے تم میں سے ہر ایک شخص پوچھا جائے گا۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہٖ تم میں سے ہر ایک شخص خواہ وہ امیر ہے یا نہیں پوچھا جائے گا اور اسکی ذمہ داری کے متعلق خدا اس سے سوال کرے گا پس تمام کے تمام افراد مسلمانوں کے ذمہ دار ہیں اور قیامت کے دن اپنی اپنی ذمہ داری سے پوچھے جانے والے ہیں۔

اگر کام خراب ہو اور دوسرے لوگ توجہ نہ کریں تو وہ بھی جواب دہ ہیں نہ کہ صرف سیکرٹری پس میں تمام مجلس میں ان کا ذکر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ سیکرٹری کام کرے اور دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور یہ نہ خیال کریں کہ چونکہ سیکرٹری مقرر ہو چکے ہیں۔ ہمیں اب کام کرنے کی ضرورت نہیں سیکرٹری اس غرض کے لئے ہے کہ کام کرائے نہ کہ کرے۔ سیکرٹری کام کرنے کے لئے مقرر نہیں ہوتے بلکہ کام کرانے کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔

لوگ اگر جنگ کے موقع پر یہ سمجھ کر کہ بھرتی کا افسر مقرر ہو گیا ہے۔ کام سے غافل ہو جائیں اور بھرتی نہ کروائیں تو کیا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے اپنے کام کو کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں یا

اگر وہ چپ ہو رہیں کہ بھرتی کا افسر آپ ہی سب کام کر لے گا اور آپ ہی جنگ میں چلا جائے گا تو ان کے متعلق یہ نہیں خیال کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو ادا کیا۔ بھرتی کے افسر کی تو ضرورت ہی یہی ہے کہ وہ بھرتی کرے۔ جب تک دوسرے لوگ اس کام کو اس کی ماتحتی میں نہ کرائیں تو وہ اکیلا کچھ نہیں کر سکے گا اور نتیجہ یہ ہو گا کہ اس غلطی سے شکست ہو جائے گی۔

ہماری جماعت میں اکثر تبلیغ کرنے والے موجود ہیں لیکن وہ اپنے کام کی رپورٹ نہیں بھیجتے۔ پھر بعض انجمنیں بھی ایسی ہیں کہ وہ تبلیغ تو کرتی ہیں۔ لیکن ان کی طرف سے مرکز میں رپورٹ نہیں آتی اب مرکز کو کیا معلوم کہ ان کی تبلیغ کا کیا اثر ہو رہا ہے۔ پس جماعت کے لوگ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اگر وہ اس ذمہ داری کے سمجھنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تو کسی سیکرٹری کی بھی انہیں ضرورت نہیں۔ کیونکہ کسی سیکرٹری کا وجود بھی اسی وقت مفید پڑ سکتا ہے۔ جب افراد اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوں اور اپنے اپنے کام محنت سے کرتے ہوں اور اپنے کاموں کی نگرانی کئے جانے کی ضرورت محسوس کرتے ہوں کہ وہ ضرور کی جائے کہ تا باقاعدگی پیدا ہو۔ پس میں اس امر کی طرف سب کو توجہ دلاتا ہوں اگر سستی کام نہ کرنے والوں کی وجہ سے ہے تو آپ کون سی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہیں کام نہ کرنے کی اگر یہی وجہ ہے کہ وہ سست ہیں تو ان کو چست بنا دو۔ اگر وہ کام نہیں کرتے تو تم ان سے کام لو۔ اگر وہ جاگتے نہیں تو آپ لوگوں کا فرض ہے کہ ان کو اٹھاؤ۔

ایک اور نقص بھی ہوتا ہے جس سے کام میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں جب کام کر لیا تو ذمہ داری ختم ہو گئی لیکن یہ بالکل غلط ہے نظام میں یہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ افراد میں یہ بات ہو جاتی ہے کہ کام ختم کرنے کے بعد ذمہ داری ہٹ گئی۔ لیکن نظام کے ماتحت جب کام ہو رہا ہوتا ہے۔ تو کام کرنے کے بعد کام کرنے والے کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی بلکہ باقی رہتی ہے اسے اپنے کام کی مرکز کو اطلاع دینا ہوتی ہے۔ لیکن ایک شخص کام تو کر لیتا ہے۔ اور اگر وہ کوئی رپورٹ نہیں دیتا تو وہ کام نہ کرنے والے کی طرح ملزم ہے۔ نظام کی غرض یہی ہے کہ کام کرنے والا ہر ایک طرف برابر زور دے سکے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر کوئی نظام نظام بھی نہیں کہلا سکتا۔

فوج میں اپنے کام کی وقت پر رپورٹ نہ دینے سے افسر علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں اور اکثر انہیں سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ تو جان ہی سے انہیں مار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ کام کر کے اگر وہ اس کی رپورٹ اپنے افسر کو نہیں دیتے تو اس سے تمام فوج کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا

ہے۔ مثلاً ایک افسر جو فوج کے ایک بازو پر اپنے سپاہی لئے کھڑا ہے اور دشمن کو اس نے اپنے سامنے سے ہٹا دیا ہے اور دوسرے بازوؤں سے اچھا کام کیا ہے۔ لیکن اس کی رپورٹ دوسرے افسروں کو نہیں کرتا اور بلا اطلاع دیئے آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو اس کا یہ نقصان ہوتا ہے کہ دشمن کو اس بازو پر حملہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جس کی حفاظت کرنے کے لئے وہ کھڑا تھا۔ اور جب دشمن حملہ کرتا ہے۔ تو باقی ماندہ فوج کو چونکہ یہ معلوم ہی نہیں کہ ہمارے آدمی یہاں سے ہٹ چکے ہیں۔ اس لئے وہ مغالطہ میں رہتی ہے۔ اور دشمن کو اپنا آدمی سمجھتی ہے اور یوں دشمن اپنے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ ان کو شکست دے سکتا ہے اور اس طرح فتح شکست سے بدل جاتی ہے۔ لیکن اگر اس نے اپنے کام کی رپورٹ کسی افسر بالا کو دی ہوتی تو وہ اس کو سمجھا سکتا تھا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اور اگر آگے بڑھنا مفید نہ ہوتا تو اسے کہتا کہ گو تم نے فتح پالی ہے لیکن آگے بڑھنا بقیہ فوج کے لئے مضر ہے۔ اس لئے تم اپنی جگہ پر کھڑے رہو اور یا اگر آگے بڑھنا مفید ہوتا تو کہہ سکتا تھا کہ بے شک آگے بڑھو۔

غرض رپورٹ دینے سے یہ فائدہ ہوا کرتا ہے کہ اس کے کاموں کی خبر رہتی ہے اور مرکز کی طرف سے اسے ضروری ہدایات دی جا سکتی ہیں۔ تو نظام کی ضرورت ہی یہ ہوا کرتی ہے کہ اس بات کی خبر رکھی جائے کہ یہاں کیا حالت ہے اور وہاں کیا حالت ہے۔ اگر مثلاً ایک جگہ سے رپورٹ نہیں آتی اور سیکرٹری سمجھ لے کہ وہاں کام اچھا ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ لوگ مرتد ہو رہے ہوں یا یہ سمجھ لے کہ وہاں کام بالکل نہیں ہوتا حالانکہ وہاں زور سے کام شروع ہو اور لوگ گروہ در گروہ سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو اس صورت میں سیکرٹری کو بالکل پتہ نہیں ہو سکتا کہ معاملات کو پیش کر کے مشورہ طلب کرے اور پھر لوگوں کو اس کی اطلاع دے سکے یا حسب حال ہدایات تحریر کر سکے۔ پس اس لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے اپنے کاموں کی رپورٹیں بھیجی جائیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو کام کرنے اور کام نہ کرنے والے میں تمیز ہی نہیں ہو سکتی پس جیسا کہ کام نہ کرنے والا مجرم ہے ویسا ہی اطلاع نہ دینے والے بھی مجرم ہیں۔

ہمارے باہر جانے والے مبلغ اپنے کاموں کی اطلاع نہیں دیتے غیر ممالک والے مبلغ بھی اپنے کاموں کی اطلاع نہیں دیتے سرکاری ملازم اگر ایسا کریں تو ان کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیا جائے۔ لیکن اصلاح کا کام گھر سے ہی شروع ہوتا ہے۔ اس لئے گھر میں سے شروع کرتا ہوں اور نصیحت اور اخلاص کے طور پر کہتا ہوں کہ سیکرٹری ہوں یا نہ ہوں افراد جماعت اور مبلغین کا صرف یہ

کام نہیں کہ صرف کام کریں اور اس کی اطلاع نہ دیں بلکہ ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے کام کی مرکز کو اطلاع بھی دیں اور جب تک یہ نہ ہو گا کوئی برکت اور نتیجہ نہیں ہو گا۔

پھر میں مرکزی دفتر والوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بھی باہر کی رپورٹوں کا خیال رکھیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ یہاں والے ان باتوں کا خیال رکھنا یا ان کے متعلق مناسب کارروائی تو درکنار بعض دفعہ جواب بھی نہیں دیتے پھر بعض دفعہ تو ایسا الٹ پلٹ جواب لوگوں کو چلا جاتا ہے کہ حد ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی دوست نے اپنے کسی کام کے متعلق مشورہ پوچھا۔ یہاں سے اسے جواب گیا آپ کے لئے دعا کی گئی ہے۔ مگر اس شخص نے پھر لکھا کہ میں نے تو فلاں کام کے متعلق مشورہ پوچھا تھا۔ مگر آپ کی طرف سے جواب یہ آیا کہ آپ کے لئے دعا کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ خط پڑھے بھی نہیں جاتے اور ان کی طرف توجہ ہی نہیں کی جاتی۔

سب سے پہلے میں دفتر ڈاک کو لیتا ہوں یہاں جو خط آتے ہیں۔ ان کے متعلق میرا یہ طریق ہے کہ جس خط کا جواب میں نے خود دینا ہوتا ہے۔ اس پر لکھ دیتا ہوں جواب مجھ سے لیکن کئی کئی دن گزر جاتے ہیں کہ ان خطوں کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور وہ جواب کے لئے پیش نہیں کئے جاتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہر کے لوگ ست ہو جاتے ہیں پس مرکز کے لوگ اپنے کام کی طرف پوری پوری توجہ کریں موقع پر کام کو پورا کر دینا یہ ہر شخص کا ان سے میں سے فرض ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے چھ گھنٹہ کام کر دیا ہے۔ یا دفتر کا وقت گزر گیا ہے۔ ہماری حیثیت جنگ کے ایک سپاہی کی حیثیت ہے اور سپاہی ایسا نہیں کر سکتے۔

یہ ایک عام میلان ہو گیا ہے کہ جب کبھی کوئی بات پوچھی جائے تو بعض کہہ دیتے ہیں جی دفتر کا وقت ہو گیا ہے۔ حالانکہ اگر ضروری کام کے لئے آدھی رات بھی کام کرتے ہو جائے تو انہیں بیٹھنا چاہیے اور اگر کوئی کام انسانی طاقت سے بالا ہو یا اور آدمیوں کی مدد کے بغیر نہ ہو سکتا ہو تو وہ آدمی مانگ سکتے ہیں۔ ان کے ذمہ کام کرنا ہے اور یہی ان کی ذمہ داری ہے۔ چاہے روزانہ چھ چھ سات سات کیا نو نو دس دس گھنٹے بیٹھ کر بھی انہیں کام پورا کرنا پڑے۔ لیکن یہ کسی صورت میں نہیں کہہ سکتے کہ دفتر کا وقت ہو گیا یا میں نے اتنے گھنٹہ کام کر دیا بعض دفعہ کسی ضروری بات کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ تو کہہ دیتے ہیں کہ دفتر خالی ہیں وہاں کوئی نہیں میں یہ نہیں کہتا کہ چھٹی نہ ہو۔ چھٹی ہو اور ضرور ہو۔ مگر ہمارا تو جنگ کا سا معاملہ ہے۔ جس طرح لڑائی میں اس بات کو جائز نہیں سمجھا جاتا کہ کوئی شخص یہ کہہ کے کام کرنے سے انکار کر دے کہ میں نے اتنے گھنٹہ کام کر دیا اسی طرح

یہاں بھی کوئی شخص یہ کہہ کے کہ دفتر بند ہو گئے ہیں یا میں اتنی دیر کام کر چکا ہوں یا آج چھٹی ہے۔ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

ہم پر روح کا بھی حق ہے۔ جسم کا بھی حق ہے۔ ہمسایہ کا بھی حق ہے اور اور بھی حق ہیں۔ لیکن جس وقت دو حق جمع ہو جائیں تو جسم کا حق باقی نہیں رہتا۔ روزہ کا بھی حق ہے۔ نماز کا بھی حق ہے۔ لیکن جب جہاد کا حکم ہو جائے اور جہاد کا حق سامنے آجائے تو جہاد کے متعلق ہمارے جسم کا کوئی حصہ نہیں رہ جاتا۔ جو اس حق کو ادا نہ کرے اور ایسے وقت میں جسم کا حق قربان کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ حج، نماز، روزہ، کے حق کا تعلق جسم اور جماعت پر نہیں پڑ سکتا۔ لیکن جہاد کے حق کا اثر پڑتا ہے۔ مثلاً حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص روز روزہ رکھتا ہے۔ اس کے لئے دوزخ ہے اور جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں اس کا مقام ہے۔ جو خطرناک جگہ ہے۔ پھر دوسری جگہ فرمایا کہ جو میدان قتال سے جان بچاتا ہے۔ وہ جہنم میں جائے گا۔ تو بظاہر یہ تضاد ہے ایک جگہ جان کا بچانا اور دوسری جگہ جان کا گنوانا دوزخ کا موجب ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ تضاد نہیں۔ اس لئے کہ یہاں جسم کے حق کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اسے محفوظ رکھا جائے۔ لیکن دوسری جگہ جہاد کے حق کا ذکر ہے کہ اس سے جان بچانا گناہ ہے۔ کیونکہ اس کا اثر جماعت تک پہنچتا ہے۔ اس لئے اس سے جان بچانے والے کی سزا جہنم ٹھہرائی ہے اور پھر جہاد کرنے والے کو شریعت یہ نہیں کہتی کہ یہ مجرم ہے لیکن کسی دوسرے موقع پر قتل کر کے اگر کوئی بھاگتا ہے تو وہ مجرم ہے۔

پس ہمارا کام سپاہیانہ طرز کا ہے۔ اس میں کوئی عذر قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ جو کام ہو اسے بہرحال کرنا چاہیے اور اس سادگی سے کرنا چاہیے کہ اس پر تصنع کا ہرگز رنگ نہ آئے۔ بعض دفعہ یہ عذر کر دیا جاتا ہے۔ کہ کام زیادہ ہے اور آدمی تھوڑے ہیں۔ مگر ذرا اخلاص اگر پیدا کر لیا جائے تو روزانہ بیسیوں خط لکھے جا سکتے ہیں۔ صرف انگریزی طرز کی تقلید نہ کرنی چاہیے۔ یہاں مسجدوں میں نمازوں کی انتظار میں کتنا کتنا عرصہ لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ اس انتظار کے وقت اگر مسجد میں آنے والے دوستوں سے خطوط لکھنے کے لئے کہا جائے تو بہت سے خط لکھے جا سکتے ہیں اور اس طرح کام بھی ہو جاتا ہے۔ ہمیں بھی کارکنوں کو بھی اور جو کارکن نہیں ہیں۔ انہیں بھی دعا کرنی چاہیے کہ خدا کا نام روشن ہو اور اس کی عظمت اور اس کا جلال دنیا پر ظاہر ہو آمین

خطبہ ثانی میں فرمایا:

(۱) آج جمعہ کے بعد میں دو جنازہ پڑھوں گا۔ ایک تو چودھری محمد ولایت خان مخدوم پور کے ہیں۔

ان کا جنازہ ہے۔ میں ان کو ذاتی طور پر تو نہیں جانتا۔ لیکن تار دینے والے دوست نے لکھا ہے کہ یہاں ان کا جنازہ پڑھنے والے نہیں۔ میں نے کہا ہوا ہے کہ میں ان لوگوں کا جنازہ پڑھوں گا جو یا تو سلسلے میں مشہور ہیں اور یا وہ کسی ایسی جگہ فوت ہو گئے ہیں کہ جہاں جنازہ پڑھنے والا ہی کوئی نہیں یا بہت تھوڑی جماعت ہے۔

چوہدری محمد ولایت خاں جہاں فوت ہوئے ہیں وہاں جماعت نہیں۔ اس لئے ایک تو میں ان کا جنازہ پڑھوں گا۔

(۲) دوسرا جنازہ میں ایک ایسے شخص کا پڑھوں گا۔ جو ایک ایسی جگہ فوت ہوا ہے کہ وہاں بھی بہت قلیل جماعت ہے اور فوت ہونے والا شخص ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جو اللہ کے فضل سے سارے کا سارا احمدی ہے۔

سیٹھ عبدالرحمان اللہ رکھا صاحب کو ہماری جماعت کے اکثر دوست جانتے ہیں۔ ان کے بھائی سیٹھ علی محمد صاحب ہیں ان کے بھتیجے سیٹھ غلام حسین فوت ہو گئے ہیں۔ سیٹھ عبدالرحمان اللہ رکھا کی اپنی تو کوئی اولاد نہیں ایک لڑکا تھا چار پانچ سال ہوئے وہ بھی فوت ہو چکا ہے۔ اب یہ ان کے بھائی کا لڑکا ہے۔ جو جوانی کے عالم میں فوت ہو گیا ہے۔ سیٹھ عبدالرحمان اللہ رکھا وہ شخص ہیں کہ جن کو حضرت صاحب کی کتابیں پڑھنے والے خوب جانتے ہیں۔ حضرت صاحب کی کتابوں میں ان کا اکثر ذکر آتا ہے۔

مالدار لوگ عام طور پر بزدل ہوتے ہیں۔ لیکن انہوں نے حضرت صاحب کو قبول کیا۔ ان پر مشکلات بھی آئیں۔ تکلیفیں بھی ان کو ہوئیں۔ ان پر ابتلاء بھی آئے لیکن باوجود اس کے ان کے اخلاص کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کے اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو بھی وہ حضرت صاحب کو قرض لے کر روپیہ بھیجتے رہتے۔ ایک دفعہ ان کو کاروبار میں سخت نقصان پہنچا اور سب کچھ نیلام ہو گیا۔ انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ تھوڑے عرصے کے بعد تین سو روپیہ انہوں نے حضرت صاحب کو بھیجا۔ حضرت صاحب نے فرمایا آپ کی تو یہ حالت تھی آپ نے روپیہ کیسا بھیجا۔ جس کے جواب میں انہوں نے عرض کی کہ میں نے کچھ روپیہ اپنی ضروریات کے لئے قرض لیا تھا۔ اس میں سے خدا کا بھی حق تھا سو میں نے وہ ادا کیا۔

ان کی محبت اور اخلاص کا اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ جو الہام مشہور ہے۔

قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹے کام بناوے[2]
بنے بنائے توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

یہ ان کے لئے ہی ہے ان کی اپنی اولاد کوئی نہیں۔ ان کے بھتیجے سیٹھ غلام حسین ہیں۔ جن کا میں جمعہ کی نماز کے بعد جنازہ پڑھوں گا۔ سب احباب اس میں شامل ہوں۔

(الفضل ۲۰ اگست ۱۹۲۵ء)

۱۔ بخاری کتاب الاستقراض باب العبد راع فی مال سیدہ

۲۔ تذکرہ ص ۳۲۶